ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

لاکان کی تھیوری کے تناظر میں ناول "دشتِ سوس" کے مرکزی کردار کا نفسیاتی تجزیہ

A Psychoanalysis of the Protagonist of Novel "Dasht-e-Soos" in the context of Lacan's theory

ڈاکٹر مجاہد عباس

لیکچرار شعبہ اردو، یونیورسٹی آف جھنگ

ہالہ امینہ علی

پی ایچ ڈی اردو اسکالر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Dr. Mujahid Abbas

Lecturer Urdu, University of Jhang

Hala Ameena Ali

PhD Urdu Scholar, International Islamic University, Islamabad

Abstract

Jacques Lacan is widely regarded as the most influential figure in psychology after Sigmund Freud. Building upon the foundational work of Freud and Saussure, Lacan advanced psychoanalytical theory. Notably, he introduced the concept of the Mirror Stage and delineated three principal registers of the human psyche: the Imaginary, the Symbolic, and the Real. Additionally, Lacan redefined the concepts of Need, Demand, and Desire, positing that Need pertains to biological aspects of existence, Demand relates to the fulfillment of loss, and Desire is associated with the unattainable Real. This article aims to analyze the protagonist of the Urdu novel "Dasht-e-Soos" by Jamila Hashmi through the lens of Lacanian theory. Specifically, it endeavors to conduct a psychoanalysis of the central character, Hussain Bin Mansoor Hallaj, utilizing Lacan's theoretical framework.

Keywords:

Dash-e-Soos, Jameela Hashmi, Huusain Bin Mansoor Halaj, Jacques Lacan, Psychoanalysis, Need, Demand, Desire, Mirror Stage, Imaginary stage, Symbolic stage, Real Stage, Fantasy

ژاک لاکان (1901ء-1981ء) ایک فرانسیسی ماہرِ نفسیات تھے جنھوں نے سیگمنڈ فرائڈ(Sigmund Freud) کے نظریات کی بنیاد پر تحلیلِ نفسی کے نظریے(Psychoanalytical Theory) میں نئی روح پھونکی۔ ان کے نظریات نے فلسفہ، نفسیات اور ادب کے مباحث میں اپنی جگہ بنائی۔ لاکان نے پیرس میں منعقد ہونے والے سیمی نارز کی سیریز میں 1950ء میں اپنے خطبات کا سلسلہ شروع کیا جو ان کی وفات تک جاری رہا۔ انھوں نے پیرس میں فرائڈ کے نام سے موسوم ایک تنظیم بھی قائم کی جس کا مقصد فرائڈ کے نظریات کی روشنی میں علمِ نفسیات کو مزید آگے بڑھانا تھا۔ سیگمنڈ فرائڈ کے علاوہ لاکان نے ادبی متن کی تنقید کے لیے سوسئیر (Ferdinand de Saussure) کے ساختیاتی ماڈل کو بھی بروئے کار لایا۔ علمِ نفسیات پر لاکان کی کتاب ایکرٹس (Ecrits) نے شہرت پائی اور اس کے دیگر زبانوں میں تراجم بھی ہوئے۔

لاکان نے انسانی نفسیات کی تشکیل و تحلیل کے حوالے سے کئی نئے تصورات متعارف کرائے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ مرر اسٹیج(The Mirror Stage)

2۔ عکسی درجہ(The Imaginary Order)

3۔ علامتی درجہ(The Symbolic Order)

4۔ حقیقی درجہ(The Real Order)

5۔ضرورت، طلب اور خواہش(Need, Demand and Desire)

لاکان کے مطابق ابتدائی مرحلے میں انسانی نفسیات بنیادی ضروریات کے تابع تشکیل پاتی ہے۔ مثال کے طور پر خوراک اور نیند وغیرہ کی ضروریات جو انسانی جبلت سے براہِ راست وابستہ ہوتی ہیں۔ ان ضروریات کے پورانہ ہونے سے بے قراری اور اضطراب ہوتا ہے کیوں کہ ان ضروریات سے بقائے حیات جڑی ہوتی ہے۔ ماں کا دودھ پی کر بچہ پر سکون ہو کر سو جاتا ہے۔ اگر وہ خالی پیٹ ہو تو اسے نیند بھی نہیں آتی۔ انسانی جبلت اور بقا سے جڑی ایسی ضروریات تمام عمر باقی رہتی ہیں۔ ایسا ممکن نہیں ہوتا کہ ایک ہی مرتبہ ان ضروریات کو پورا کر لیا جائے اور پھر عمر بھر ان سے سروکار نہ رہے۔ عمر کے مختلف حصوں میں انسان اپنے تجربات سے ان ضروریات کو کم یا زیادہ کر سکتا ہے لیکن ان سے کلی طور پر آزادی ممکن نہیں ہے۔ انسانی بدن کی نشوونما اور مختلف امور سرانجام دینے کے لیے اسے جس توانائی اور تحرک کی ضرورت ہوتی ہے وہ انھی ضروریات کی تکمیل کی صورت ممکن ہے۔

لاکان کے مطابق مرر اسٹیج(Mirror Stage) کے مرحلے میں جب ایک بچہ پہلی مرتبہ اپنا عکس آئینے میں دیکھتا ہے تو وہ خود کو پہچاننے کی کوشش شروع کر دیتا ہے۔ لاکان اس لمحے کو بہت اہمیت دیتا ہے کہ اسی لمحے انسان کی ایگو(Ego) کی تشکیل شروع ہو جاتی ہے۔ اس لمحے میں بچہ اپنے وجود کو دوسری چیزوں سے جدا ایک الگ وجود سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دوسری اشیا کی ماہیت، سائز، رنگ، حرکت اور ان کے اثرات پر غور کرتا ہے اور ان کی نسبت سے اپنی ذات کو سمجھنے کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے۔ یہ مرحلہ انسانی نفسیات میں ایگو(Ego)، آئی(I) اور می(Me) کی تشکیل کا مرحلہ ہے۔ لاکان آئینے میں نظر آنے والے عکس کے ذریعے حاصل ہونے والی پہچان کو آئیڈیل آئی (Ideal-I) کہتا ہے کیوں کہ اس کے مطابق عکس میں نظر آنے والا وجود قدرے مکمل صورت میں نظر آتا ہے جب کہ بچہ جب اپنے حقیقی وجود کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ خود کو اسی طرح مکمل صورت میں نہیں دیکھ پاتا۔ مزید یہ کہ اس مرحلے میں ایک پہچان اپنے عکس کے ذریعے ملتی ہے اور دوسری پہچان دوسروں کے سلوک سے حاصل ہوتی ہے۔

> "The child takes that image in the mirror as the summation of his entire self. This process of mis-recognizing one's self in the image in the mirror creates the ego ... Thus, to Lacan this ego or self is always on some level a fantasy ... Lacan calls this stage of demand as the mirror stage ... The ego or idea of selfhood is created through an imaginary identification with the mirror image."(1)

> ترجمہ: بچہ آئینے میں اس عکس کو اپنے مکمل وجود کے طور پر دیکھتا ہے۔ آئینے میں موجود اپنے عکس کو غلط پہچاننے کے عمل سے اس کی انا متشکل ہوتی ہے۔ اس طرح لاکان کے نزدیک انا یا ذات ہمیشہ فنتاسی کی کسی نہ کسی سطح پر رہتی ہے۔ لاکان طلب کے اس مرحلے کو آئینے کا مرحلہ کہتا ہے۔ انا یا اپنی ذات کا خیال عکس آئینہ کے ساتھ عکسی شناخت کے ذریعے پیدا ہوتا ہے۔

انسانی نفسیات کی تشکیل کا یہ مرحلہ بہت پیچیدہ اس لیے بھی ہے کہ اپنی ذات کے دو لخت ہونے کا تجربہ اس سے جڑا ہوتا ہے۔ اپنے اور اپنی ماں کے وجود میں علاحدگی (جسے اب تک بچہ ایک ہی وجود گردانتا تھا)۔ اپنا وجود اور آئینے میں اسی جیسا ایک عکس۔ اپنے بارے میں اپنی رائے اور اپنے بارے میں دوسروں کی رائے۔ یہ وہ Duality ہے جس سے ایک طرف اس کی ذات Split ہوتی ہے اور دوسری طرف اسی سے ایگو کی تشکیل ہو رہی ہوتی ہے۔ یہ مرحلہ اس لیے بھی اہم ہے کہ اس میں اصل ذات اور عکس، پہچان اور بیگانگی، ذات کی تکمیل یا تحلیل کے حوالے سے جو ترتیب و تنظیم جنم لیتی ہے وہ تاحیات انسانی شخصیت پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ گویا عکسِ آئینے کا مرحلہ انسانی نفسیات کو اگلے مرحلے میں لے جاتا ہے جس میں اسے کئی طرح کے تصورات سے واسطہ پڑتا ہے۔

لاکان کے مطابق انسانی نفسیات کی تشکیل کے تین رجسٹرز ہیں جن میں سے پہلا رجسٹر Imaginary Order ہے۔ انسان کی نفسیات میں ایگو کی تشکیل چوں کہ اس عکس کے ذریعے شروع ہوتی ہے جو آئینے میں نظر آتا ہے اس لیے اب ذہن میں تصویروں کے ذریعے پہچان کا ایک مسلسل عمل شروع ہو جاتا ہے۔ ماحول کی ان تمام اشیا کے عکس اب اس کی نفسیات کی تشکیل میں کارفرما ہوتے جاتے ہیں جن میں وہ پرورش پا رہا ہوتا ہے۔ گھر کی تمام اشیا اور افراد کے چہرے پہچان میں آنے لگتے ہیں۔ اس مرحلے میں غلط پہچان کا امکان بھی اس دوئی کے سبب رہتا ہے جو اصل اور عکس کے درمیان قائم ہوئی تھی۔ اصل وجود کی ضروریات اور تجرباتی توقعات پر پورا نہ اترنے والا عکسِ آئینہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

انسانی نفسیات کو Illusion کا شکار رکھتا ہے۔ اس طرح اپنی ذات کی شناخت کے بارے میں ایک ابہام جنم لے لیتا ہے جو تا عمر انسان کے تخیلات کو متاثر کرتا رہتا ہے۔ اپنی پہچان کا عمل چوں کہ عکس (دوسری شے) سے ہوتا ہے اس لیے انسان اپنی ذات کو مرکز و محور رکھنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی تائید و ستائش کی تمنا بھی دل میں سجا لیتا ہے جس سے اس کی ایگو کی تسکین ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ Imaginary Order میں ایک فرد صرف اپنے بارے میں نہیں بلکہ دوسروں کے بارے میں بھی رائے قائم کرتا ہے۔ وہ اپنی رائے یا پہچان اس آئیڈیل آئی (Ideal-I) کے تناظر میں کرتا ہے جو Mirror Stage میں مرتب ہوئی تھی اس لیے وہ اس آئیڈیل آئی سے عدم مطابقت رکھنے والی تصویروں یا بار بار تجربے میں نہ آنے والی تصویروں اور اشیا سے بیگانگی، حسد اور ایک مقابلے کی صورت محسوس کرتا ہے اور بار بار سامنے آنے والے عکس فرد کے لیے ایک مانوس فضا قائم کرتے ہیں۔ کوئی فرد اپنی آنکھوں سے جن تصاویر اور مناظر کو اپنی زندگی کے ابتدائی حصوں میں دیکھتا ہے وہ اس کی نفسیات کی تشکیل میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر دیکھیں تو اس رجسٹر میں تصویر سے تصور، فنتاسی (Fantasy) اور سماجی روابط کی طرف انسانی نفسیات کا سفر شروع ہوتا ہے۔ لاکان کے مطابق:

"The term (Imaginary) has connotations of illusion, fascination and seduction, and relates specifically to the DUAL RELATION between the EGO and the SPECULAR IMAGE. (2)

ترجمہ: یہ اصطلاح (عکسی درجہ) ابہام، فنتاسی اور کشش کے مفاہیم کی حامل ہے اور بطورِ خاص انا اور عکسِ آئینہ کے دوہرے روابط سے متعلق ہے۔

لاکان کے مطابق انسانی نفسیات کا دوسرا اہم رجسٹر Symbolic Order ہے۔ اس کا تعلق زبان اور سماجی روابط کی تفہیم سے ہے۔ یہاں لاکان فردینند دی سوسئیر (Ferdinand de Saussure) کے لسانی ماڈل کو بروئے کار لاتے ہوئے سگنی فائرز (Signifiers) اور سگنی فائیڈ (Signified) کی اصطلاحات سے استفادہ کرتے ہیں۔ لاکان زبان کی ان بنیادی اکائیوں کو سگنی فائر (الفاظ) کہتا ہے جو مختلف اشیا یا تصورات کو علامتی انداز میں با معنی بناتی ہیں۔ یوں زبان سگنی فائرز کا ایک ایسا نیٹ ورک ہے جس کی مدد سے فرد اپنے آپ کو اس دنیا و مافیھا سے علامتی انداز میں مربوط کرتا ہے۔ لاکان کے مطابق اس رجسٹر میں انسان کو ایک مہا غیر (Big Other) کا سامنا ہوتا ہے جو زبان، سماج، ثقافت اور اقدار وغیرہ کے پس پردہ، سگنی فائرز کے ذریعے اس کی نفسیات اور ایگو کی تشکیل کر رہا ہوتا ہے۔ یہ مہا غیر دراصل وہ تجریدی اتھارٹی ہوتی ہے جو سماج کے ضابطوں کو متشکل و منضبط کرتی ہے۔ اس مرحلے میں فرد زبان کے وسیلے سے سماج کے تمام ضابطے اور اصول غیر شعوری طور پر سیکھ لیتا ہے اور یوں وہ فرد جو چاہتا ہے یا جس کی خواہش کرتا ہے وہ دراصل غیر کی چاہت ہے یعنی اسے فرد سے سماج کی توقعات کے طور پر لیا جا سکتا ہے۔ یوں فرد اور سماج کا ایک تعلق قائم ہوتا ہے جس میں لاشعوری طور پر یہ طے ہو جاتا ہے کہ فرد کو سماج کے اصول و قواعد کی پابندی کرنی ہے جس سے اس کے تعلقات اور تعاملات فروغ پا سکیں گے، بصورتِ دیگر فرد کو خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس رجسٹر کے تحت فرد کا سماجی کردار جنم لیتا ہے۔ لاکان نے Symbolic Order کو یوں بیان کیا ہے:

"We can say that the sense of self and its relation to other sets you up to take up a position in the symbolic order and in the language. Such a position allows you to say I, to be a speaking subject. And the term I have a stable meaning because they are controlled, or anchored by the other / phallus, the name of the father / law. That is the structuring principle of the symbolic order and the center of language". (3)

ترجمہ: ہم کہہ سکتے ہیں کہ احساسِ ذات اور اس کا دوسروں سے تعلق آپ کو علامتی درجے اور زبان میں ایک مقام حاصل کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔ یہ مقام آپ کو یہ کہنے کا حوصلہ دیتا ہے کہ "میں" "ایک صاحبِ گفتار ہوں۔ اور یہ اصطلاح "میں" "ایک مستحکم معنی کی حامل ہے کیوں کہ اسے دوسرے / فیلس یعنی مقتدر عامل / ضابطے کی طرف سے متعین کیا جاتا ہے یا سند دی جاتی ہے۔ یہی علامتی درجے اور زبان کی بنیاد کا ساختیاتی اصول ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

لاکان کے مطابق انسانی نفسیات کا تیسرا رجسٹر Real Order ہے۔ یہ رجسٹر عکس یا علامت کی گرفت سے ماورا ہوتا ہے یعنی اسے نہ تو تصاویر کے ذریعے اور نہ ہی علامات یعنی الفاظ کے ذریعے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ ہر وہ شئے، تجربہ یا احساس جو بیان سے باہر ہو اس رجسٹر کا حصہ ہے۔ خوف، حیرت، خوشی، غمی اور مایوسی کی انتہائی صورتوں کی طرح ناقابلِ بیان۔ یہ ایسے مرحلے کا نام ہے جہاں الفاظ کی ترتیب و تنظیم کارآمد نہیں رہتی ہے اور پورے کا پورا Symbolic Order ناکارہ معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح اس رجسٹر میں جہانِ معنی کی معدومیت جنم لیتی ہے جو پہلے دونوں رجسٹروں کو بے معنی کرتے ہوئے بے سود کر دیتی ہے۔ ایسی صورت میں انسانی نفسیات بہت پیچیدہ صورت اختیار کر لیتی ہے جو انسان کو کسی بڑے صدمے یا اضطراب میں مبتلا کر سکتی ہے۔ اس رجسٹر کا تعلق کہیں نہ کہیں انسانی وجود کی بقا سے جڑا ہوتا ہے۔ چوں کہ Real ناقابلِ گرفت ہے اس لیے یہ انسانی خواہشات کو مسلسل مہمیز کرتا رہتا ہے اور اسے تمناؤں کے نئے جہانوں کی طرف راغب رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان میں تجسس اور ناممکن کو ممکن کر دکھانے کی لگن ہمہ وقت ابھرتی رہتی ہے۔ Real کا اظہار انسانی تجربے کی بعض لاشعوری صورتوں میں ہوتا ہے جیسا کہ خواب یا زبان کا پھسل جانا وغیرہ۔ لاکان نے Real کو یوں بیان کیا ہے:

> "We can say that the real is that which is beyond symbolic and imaginary order. It is the traumatic kernel at the core of subjectivity. The real is thus a dynamic process, which is related with the death drive and jouissance as the unspeakable ultimate limit of human existence."(4)

ترجمہ: ہم کہہ سکتے ہیں کہ حقیقی درجہ، علامتی اور عکسی درجے سے ماورا ہے۔ یہ شخصیت کے محور کا سب سے متاثر کن حصہ ہے۔ اس طرح حقیقی درجہ ایک متحرک عمل ہے جو کہ موت کی تحریک اور فرطِ انبساط سے منسلک ہے جو انسانی وجود کی ناقابلِ بیان آخری حد ہے۔

لاکان نے ان رجسٹروں کے علاوہ انسانی نفسیات میں ضرورت (Need)، طلب (Demand) اور خواہش (Desire) کی خصوصیات کو علاحدہ کرتے ہوئے ان کے محرکات اور شخصیت پر ان کے اثرات کو واضح کیا ہے۔ ضرورت کی نوعیت بنیادی اور حیاتیاتی ہے جیسا کہ بھوک، پیاس، نیند اور پناہ وغیرہ۔ انسانی حیات کی بقا اور ارتقا کے لیے ضرورت کا پورا ہونا لازمی امر ہے۔ ضرورت زندگی کے آغاز سے انجام تک انسان کے ساتھ چلتی ہے۔ جب تک انسان Imaginary Order میں رہتا ہے تو اسے اپنی ضرورت پوری ہونے سے سروکار ہوتا ہے لیکن جیسے جیسے Symbolic Order میں داخل ہوتا ہے تو اس ضرورت کے ساتھ اس کی طلب (Demand) بھی جنم لینے لگتی ہے اور مسلسل بڑھتی چلی جاتی ہے۔ لاکان نے Demand کے بارے میں لکھا ہے:

> "Through the mediation of the demand, the whole past opens up right down to early infancy. The subject has never done anything other than demand, he could not have survived otherwise."(5)

ترجمہ: طلب کے عمل دخل سے زمانہ طفولیت تک مکمل ماضی کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ اب تک فرد نے سوائے طلب کے، کچھ اور نہیں کیا ورنہ وہ خود کو باقی نہ رکھ سکا ہوتا۔

لاکاں نے یہاں غیر (The Other) کے تصور سے سمجھایا ہے کہ طلب کا تصور دراصل غیر کے تصور سے جڑا ہے۔ طلب صرف ضرورت کا پورا ہو جانا نہیں ہے بلکہ یہ دوسروں سے تعریف و ستائش کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ طلب میں دوسروں کی توجہ، وقت، صلہ، محبت، پیار، خلوص، قدر، تعریف نیز اس طرح کی بے انتہا جہات ہیں جن کے در کھلتے چلے جاتے ہیں اور انسانی نفسیات کی پرتیں بنتی چلی جاتی ہیں۔ طلب کا یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ لاکان اس کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ انسان اپنی پہلی شناخت عکس سے قائم کرتا ہے جو اس کے اپنے وجود کے لیے ایک غیر کا درجہ رکھتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ کہ انسان طلب کے سلسلے میں دوسرے پر انحصار کرتا ہے اور اپنی ذات کی شناخت کو مکمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا وہ دوسروں کو اپنے زاویہ نگاہ سے اور اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہ سے شناخت دیتا ہوا جہانِ طلب میں چلتا رہتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

طلب کے بعد خواہش (Desire) کا مرحلہ آتا ہے۔ خواہش انسانی نفسیات کا ناقابلِ حصول محرک ہے۔ یہ محرک نادیدہ جہانوں کی سیر پر اکساتا ہے۔ ناممکن کو ممکن بنانے کی طرف مائل کرتا ہے۔ ناقابلِ تسخیر کو مسخر کرنے کے لیے ارادے اور عمل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لاکان کے مطابق خواہش کسی معدوم کی جستجو یعنی لاحاصل کی تمنا ہے۔ یہ خواہش چوں کہ Symbolic Order میں آنے کے بعد جنم لیتی ہے لہٰذا اس میں بھی The Other کا تصور بہت اہم ہے۔ یہ خواہش بھی انسان کی نفسیات میں دوسروں کے تناظر سے قائم ہوتی ہے۔ ہم دوسروں کے لیے کیا کیا چاہتے ہیں یا دوسرے ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ یعنی خواہش کی بنیاد میں سماج اور زبان کا عمل دخل ہوتا ہے۔ خواہش کی ساخت کی بنیاد سماج یا زبان کے ذریعے بتائے گئے ایک ایسے تجریدی سبب یا ہدف پر ہوتی ہے جو ناقابلِ گرفت شئے کی نمائندگی کرتا ہے۔ لاکان نے Desire کو یوں بیان کیا ہے:

> "Desire neither the appetite for satisfaction nor the demand for the love but the difference that results from the subtraction of the first from the second, the phenomenon of their splitting" (6)

ترجمہ: خواہش نہ تو تکمیلِ ضرورت ہے اور نہ طلبِ توجہ بلکہ یہ وہ فرق ہے جو پہلی کو دوسری شے سے منفی کرنے سے حاصل ہوتا ہے؛ یعنی ان دونوں کے افتراق کا عمل۔

مجموعی طور پر اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں ژاک لاکاں کے تحلیلِ نفسی کے نظریے کا دارومدار انسان کے ان تجربات پر ہے جن سے وہ اپنی زندگی میں گزرتا رہتا ہے۔ ابتدائی سطح پر اس کی ضروریات کس طرح پوری ہوتی ہیں۔ Mirror Stage میں اس پر اپنی ذات کس طرح منکشف ہوتی ہے۔ اپنی ذات کے پہلے انکشاف کے بعد کن کن تصاویر و مناظر کو دیکھتے ہوئے وہ Imaginary Order سے گزرتا ہے۔ اس کے ذہن پر کیا کیا نقوش مرتب ہوتے ہیں اور خاص طور پر جیسے ہی وہ Symbolic Order میں داخل ہوتا ہے تو وہ اپنی شناخت کس طرح قائم کرتا ہے اور سماج اور زبان سے اسے کیسے شناخت میسر آتی ہے۔ مزید یہ کہ ضرورت، طلب اور خواہش کے درمیان توازن یا عدم توازن کی صورتِ حال کس طرح ترتیب پاتی ہے۔

ژاک لاکان کے تحلیلِ نفسی کے نظریے کی روشنی میں ہم جمیلہ ہاشمی کے ناول "دشتِ سوس" کے مرکزی کردار حسین بن منصور حلاج کے کردار کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات واضح کر دینا از حد ضروری ہے کہ ہم اس تجزیے میں حسین بن منصور کے تاریخی کردار کی بجائے افسانوی کردار کی بات کریں گے جس طرح مذکورہ ناول میں اسے پیش کیا گیا ہے۔

آئینے کے مرحلے یا عکسی درجے کے حوالے سے دیکھیں تو ناول کے آغاز میں مختصر انداز میں اس کردار کے بچپن کا ذکر کیا گیا ہے جس میں اسے انہاک سے دیکھنے والا، کم ہنسنے والا، صحن میں لڑھکنیاں کھانے والا، آسمان کو تکنے والا، زمین کے کسی نقطے پر نظریں جمانے والا، ضد کرنے والا، چلانے والا اور کسی کے ہاتھ نہ آنے والا بتایا گیا ہے۔ (7) یعنی اس مرحلے میں کردار دوسروں کے حوالے سے اپنی پہچان کرنے میں منہمک ہے۔ اشیا کی ماہیت، رنگ اور حجم کے لحاظ سے ان کے درمیان تفریق کر رہا ہے۔ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے اپنی بساط کے مطابق کوشاں ہے اور ساتھ ساتھ ضد کی کیفیات کا جنم لینا گویا آئیڈیل آئی (Ideal-I) کی عکاسی کے علاوہ طلب (Demand) کے آغاز کی نمائندگی بھی ہے۔

علامتی درجے کی رو سے دیکھیں تو حسین بن منصور اپنے گھر سے ہی زبان کے ذریعے ایسے تصورات سیکھتا ہے جو عمر بھر اس کی شخصیت کو متاثر کرتے ہیں۔ ناول میں دکھایا گیا ہے کہ اس کا دادا "محمی" زرتشتی مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور آگ کا الاؤ ہمیشہ روشن رکھتا ہے۔ حسین بن منصور کے دادا محمی اپنی زرتشتی شناخت کو آقائے رازی (جو کہ دوسری شناخت کا حامل کردار ہے) کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "یہ آگ اندھیروں میں تابناک ہوتی ہے۔ زندگی کے رہنے کا نشان۔ شعلہ مستعجل بے قرار اور ہمیشگی سے ہمکنار۔ دنیا کی رست خیز میں جائے پناہ۔" (8)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

یعنی دادا کی طرف سے حسین کو ملنے والی شناخت کا مرکزی حوالہ "آتش" ہے جو زرتشتی مذہب میں تقدیس کی حامل سمجھی جاتی ہے۔ زبان کے ذریعے لاشعوری طور پر اس آتش کے ساتھ جڑی تمام کہانیاں بھی حسین کی نفسیات کی تشکیل میں شامل ہو جاتی ہیں چاہے وہ اہورامزدا کی پاک کرنے والی آگ ہو یا پرومیتھیس کی چرائی ہوئی آگ، آتش نمرود ہو یا کوہِ طور پر چمکتا شعلہ۔ آتش کے اس تصور سے جڑے تمام تلازمات اور لسانی فائرز کا ایک مکمل نیٹ ورک حسین کی نفسیات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حسین دو حرقہ سے واپس بیضا آیا اور اپنے دادا محمی کا آتش کدہ ویران پایا تو باپ سے اس طرح مکالمہ کیا:

"آثار مٹا دینے سے چیزیں مٹ نہیں جایا کرتیں۔ دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔ ہم اپنے خون کو اپنی رگوں سے کیسے الٹ دیں گے۔ ہم ان امانتوں کو بہتر صورت تو دے سکتے ہیں، جھٹلا نہیں سکتے۔"(9)

دوسری طرف حسین کا باپ منصور دینِ اسلام قبول کر چکا ہے اور احکام کی پیروی میں بہت دل چسپی رکھتا ہے۔ منصور نے اپنے بیٹے کا نام "حسین" رکھا ہے اور وہ اس نام کی نسبت "حسین بن علی" سے جوڑتا ہے جن کا طرۂ امتیاز کلمۂ حق کہتے ہوئے "شہادت" ہے۔ منصور اپنے والد محمی کو اپنے بیٹے کا نام "حسین" رکھنے کی وجہ یوں بتاتا ہے:

"پدرِ محترم مجھے اس نام کا اختصار، اس کی عظمت اور اس کا مکمل ہونا پسند ہے۔ آپ دیکھیئے نا، لکھنے میں یہ کتنا مختصر اور جہانِ معنی رکھنے میں لاجواب ہے اور پھر اس کی نسبتیں کتنی عظیم ہیں۔ کوئی زرتشتی نام اس کو نہیں پہنچتا۔"(10)

"حسین" نام رکھے جانے سے شناخت کی کتنی جہتیں اس کردار کے ساتھ منسلک ہو جاتی ہیں۔ وہ تمام عظیم نسبتیں اس نام کے ساتھ زبان کے لسانی فائرز کے ذریعے مربوط ہو جاتی ہیں جو حسین ابن علی کی نسبتیں تھیں اور ان کی شخصیت کا سب سے بڑا حوالہ کلمۂ حق کہتے کہتے بے آب و گیاہ جنگل میں اپنے خانوادے سمیت بھوکا اور پیاسا شہید ہو جانا ہے۔ ناول نگار نے اس نسبت کو بھی اجاگر کیا ہے:

"حسین ابنِ علی کو بچایا نہ جا سکا۔ رسولِ خدا کے عاشقوں نے ان کے نواسے کو بے آب و گیاہ صحرا میں بیچارگی کی حالت میں گھیر لیا اور قتل کر دیا۔"(11)

"حسین ابن منصور حلاج" کو بچپن سے ایسا ماحول ملا جس میں مذہبی تصورات کثرت سے پھیلے ہوئے تھے۔ مابعد الطبیعاتی مباحث کا غوغہ تھا۔ جب محمی نے ہوا میں ایک آدمی کے تحلیل ہو جانے اور منصور نے مافوق الفطرت ہستیوں کا ذکر کیا تو حسین یوں گویا ہوا:

"دادا آپ حیران نہ ہوں، عرش سے لیکر فرش تک سمجھ میں نہ آنے والی طاقتیں ہیں۔"(12)

گویا بچپن میں ہی اس کردار نے عرش و فرش کے درمیان تعلق کو سمجھنا شروع کر دیا تھا اور اس کا والد منصور اس حوالے سے پریشان رہتا تھا۔ منصور نے حسین کے بارے میں محمی سے کہا:

"پدرِ محترم! یہ خوابوں کے تانے بانے میں گم رہتا ہے اور میں پریشان رہتا ہوں۔ کوئی اس کے خوابوں کو سچ تو نہیں سمجھے گا مگر لوگ اسے دیوانہ پکاریں گے۔"(13)

سو بچپن سے ہی، خوابوں میں گم سم رہنا، غیر متوقع سوالات کرنا اور دوسروں سے الگ نوعیت کا سوچنا، اس کردار کے غیر معمولی ہونے کے واضح اشارے ہیں صادق بن صدیق جس کا بیٹا حسین کا ہم سبق تھا، نے حسین کو غیر معمولی طالب علم کہا۔(14) اسلوب احمد انصاری کی رائے میں "اس کی زندگی آغازِ کار ہی سے ایک Visionary زندگی رہی ہے۔ اس کا تخیل پیش بین یعنی Proleptic ہے۔"(15) کوئی کردار کسی سماج میں نارمل تب سمجھا جاتا ہے جب وہ سماجی اصول و قواعد کو قبول کرتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ جو کردار ان اصولوں، رسموں اور اقدار پر سوالات اٹھاتے ہیں، ان کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں وہ ابنارمل سمجھے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حسین کا والد منصور اس معاملے سے خائف ہے کہ کہیں اس کا فرزند سماجی اقدار کے بارے میں کچھ ایسا نہ کہہ دے جو اس کے لیے مصیبت کا باعث بن جائے۔

اگر ہم اس ماحول کا تجزیہ کریں جس میں حسین نے تعلیم حاصل کی ہے تو ایسے بہت سے عوامل ہمارے سامنے آتے ہیں جن سے اس کی نفسیات کی تشکیل ہوئی ۔ حسین اپنے والد منصور کے نام خط میں اپنے استاد "سہل بن عبد اللہ تستری" کے معمولات کو یوں قلم بند کرتا ہے:

"استادِ محترم شب بیداری، فاقہ کشی کے عالم میں کرتے ہیں۔۔۔ نفس کو سخت سزائیں دیتے ہیں اور کڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔۔ میں ان کے رسائل کا مطالعہ اکثر کرتا ہوں۔۔ عجیب بات ان میں لکھی ہے کہ جو ابھی تو میرے فہم و ادراک سے بالا ہے مگر شاید سمجھ آنے لگے۔"(16)

اس خط کے مندرجات سے فاقہ کشی، نفس کو سزا اور کڑی ریاضت کے ساتھ ساتھ سمجھ میں نہ آنے والے رسائل کا مطالعہ کرنا ایک قابل غور امر ہے۔ لاکان کے مطابق ہماری خواہش (Desire) غیر کی خواہش ہوتی ہے۔ غیر سے مراد ہے اپنی ذات کے علاوہ کوئی بھی دوسرا۔ چاہے وہ والدین ہوں، اساتذہ ہوں، سماج کا کوئی ادارہ ہو، کوئی اصول، قانون یا رسم ہو۔ یہاں ناول کے مرکزی کردار کے سمجھ میں نہ آنے والے متون کو سمجھنے کی خواہش بھی دراصل غیر کی طرف سے تشکیل دی گئی خواہش ہے۔ ضروری نہیں ہوتا کہ فرد اس بات سے آگاہ ہو کہ اس کی خواہش کی تشکیل کسی دوسرے وجود یا تصور کے سبب ہوئی ہے۔ وہ جسے اپنی خواہش کہتا ہے وہ دراصل دوسرے کی خواہش ہے۔ اسی طرح حسین جب عثمان مکی کے مدرسے میں دروس میں شامل ہوتا ہے تو استاد کے اہم رسائل جن میں اسرار و رموز درج ہوتے ہیں، چرا کر پڑھ لیتا ہے۔ "انفرادی نفس کو ماورائی نفس میں مدغم کر دینے کا تصور اس کے ہاں ایک توانا اساسی حیثیت رکھتا ہے۔"(17) اس کی سب سے بڑی خواہش یہ رہی ہے کہ اس کا وجود خدا کے وجود میں ضم ہو جائے اور ذاتِ الٰہی کے وجود میں خود کو فنا کر دے۔ حسین نے اپنی اس خواہش کو پانے کے لیے چلے کاٹے، ریاضتیں کیں، کئی اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، کئی مدرسوں کی چٹائیوں پر سویا، کئی صحراؤں کی خاک چھانی، کئی بزرگوں کی خدمتیں کیں، کئی اسفار تنہا کیے، دربدر پھرا، شہر شہر، جنگل جنگل گھوما، دربار سے منسلک ہوا، بدن کو کسرتی کیا، فاقہ کشی سے بیمار ہوا گویا ایسا کیا تھا جو اس نے نہیں کیا۔ لیکن ان سب تجربات سے اسے منزل نہیں ملی، خوشی نہیں ملی۔ اس کی بے قراری بڑھتی گئی اور اس کا دل بے چین ہوتا گیا۔

لاکان کے مطابق فنتاسی کا تصور ایک لاحاصل شے (Object petit a) سے جڑا ہوتا ہے جو ہماری خواہش (Desire) کے لیے بطور محرک کام کرتی ہے۔ انسان جس قدر کوشش کر لے یہ خواہش تکمیل کو نہیں پہنچتی ہے۔ فنتاسی ایک ایسا تخیلاتی مظہر پیش کرتی ہے جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ شے حاصل ہو گئی ہے جو خواہش کو جنم دے رہی تھی۔ حسین بھی اپنی خواہش کی تکمیل میں فنتاسی کا سہارا لیتا ہے۔ جب حسین سہل تستری کی ریاضتوں کے ساتھ نہ چل سکا تو اپنے باپ منصور کو یوں کہا:

"اقصائے عالم میں ہواؤں کی طرح آزاد گھومنے کو میرا جی چاہتا ہے۔۔۔۔ کبھی سوچتا ہوں، میرے بازو پھیلیں تو مشرق اور مغرب کو چھو لیں۔۔ دنیا میرے قدموں تلے سمٹ جائے۔ فاصلے ایک نکتے کی طرح ہوں۔"(18)

دوسری طرف حسین کے استاد سہل بن عبداللہ تستری نے اس کے فنتاسی پر مشتمل تخیلات کو بھانپ لیا اور اس کے باپ منصور کو اس بات سے آگاہ بھی کیا:

"حسین کی رفتار بہت تیز ہے۔ وہ ضرورت سے زیادہ مضطرب ہے۔ اس کے اشواق شدید ہیں اور اس کے مقاصد جلیل مگر وقت سے کون لڑ سکتا ہے؟"(19)

یہاں کون سی شے ہے جو حسین کو ضرورت سے زیادہ مضطرب کیے ہوئے اور وقت سے لڑنے پر مجبور کیے ہوئے ہے۔ لاکان کے مطابق Real کا کام یہ ہے کہ وہ Symbolic Order میں خامیوں اور کجیوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ انسان Symbolic پر اعتماد کر کے ہی اپنی زندگی کو ترتیب دے رہا ہوتا ہے۔ جب علامتی درجے یعنی زبان اور سماج کی تنظیم و تشکیل میں کسی شخص کو دراڑیں نظر آتی ہیں تو وہ مضطرب اور بے قرار ہو جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے وہ اصل سبب کو دریافت کرے۔ وہ حقیقت کا متلاشی ہو جاتا ہے اور اسے ہر قیمت پر پا لینا چاہتا ہے لیکن انسان کی تقدیر کہ وہ Real اس کی پہنچ سے دور ہوتا ہے۔ اس صورت میں ایک مرتبہ پھر فنتاسی ہی انسان کی مدد کرتی ہے اور وہ Real کے چہرے پر نقاب ڈال دیتی ہے اور ایسے عکس، خیالات یا مظاہر کو عیاں کرتی ہے جو وجود کے ناقابلِ اظہار پہلوؤں کو برداشت کے قابل بنا سکیں۔ فنتاسی جس عکس کو یا جن تصویروں کو استعمال میں لاتی ہے وہ Imaginary سے آتی ہیں۔

فنتاسی کا عمل دو طرفہ ہے۔ یعنی اس میں فرد فنتاسی تخلیق کرتا ہے اور فنتاسی اس شخص کی نفسیات کو تشکیل کرتی ہے۔ وہ تمام عکس، تصاویر، مناظر جو Imaginary کے پاس ہوتے ہیں وہ فنتاسی میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن بیک وقت فنتاسی ان مناظر و مظاہر کو حقیقت کا پردہ بنا دیتی ہے اور فرد کو محو و مصروف رکھتی ہے تاکہ اس کی نفسیات Real کی کھوج میں جو کہ لاحاصل ہے، منتشر نہ ہو جائے اور اس کی فعلیت قائم رہے۔ اس حوالے سے ہم حسین کے کردار کا تجزیہ کریں تو جیسے ہی اسے علم الکلام، لسانی رسائل اور ذہنی ارتکاز کی بدولت زبان و سماج یعنی Symbolic میں دراڑیں نظر آئیں تو وہ مضطرب ہو گیا۔ اس اضطراب سے نمٹنے کے لیے اس کی نفسیات میں فنتاسی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

نے جنم لیا اور ماضی سے جو نقوش نکالے ان میں ایک ایسا چہرہ بھی شامل تھا جو اسے کبھی بہت پسند آیا تھا۔ اس طرح کتنا عرصہ وہ اغول کی یاد میں شعر کہتا رہتا ہے اور بے شمار عکس اور مناظر تخلیق کرتا ہے، یہ مثال دیکھیے:

"مجھ پر تعجب نہ کرو دوستو کہ میں ان غزالی آنکھوں کا اسیر ہوں
جب قمریوں کو کراہتے سنتا ہوں
تو اس محبوبہِ جاں فزا کی یاد میں میری زندگی تلخ ہو جاتی ہے
اور میں موت کو گلے لگا لیتا ہوں"۔۔۔
"تم مجھ پر اسے آشکار کرو۔ وہ کہاں گئی ہے"(20)

حسین فنتاسی تخلیق کرنے کے ساتھ ساتھ Real پر ارتکاز بھی جاری رکھتا ہے۔ وہ اس سماج کے ترتیب دیے گئے بیانیے میں موجود دراڑ کی وجہ سے صدمے میں آ جاتا ہے۔ وہ Trauma سے باہر نہیں آپاتا یہاں تک کہ اس پر غشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں یعنی اس کی نفسیات یہ بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ جب جنید بغدادی نے حسین بن منصور کی غشی کی حالت میں انھیں دیکھا اور بعد میں پوچھا یہ کیا ہے؟ جس پر حسین نے کہا:

"میں ذاتِ الٰہی میں فنا ہونا چاہتا ہوں۔ نظارگی میں میری ہوشیاری اور سرمستی حائل ہے۔"(21)

یہاں ذاتِ الٰہی وہ Real ہے جو ناقابلِ گرفت اور ناقابلِ اظہار ہے۔ فنا ہونا دراصل کردار کی Desire ہے۔ اس خواہش کا محرک بھی وہی Real ہے۔ نظارگی اس خواہش کی تکمیل ہے جو کبھی ممکن نہیں۔ ہوشیاری اور سرمستی دراصل وہ فنتاسی ہے جو نفسیات کو منتشر ہونے سے بچاتی ہے اور طرح طرح کی تمثیلات اور مناظر سے Real کو پردہ نشین کرتی رہتی ہے یعنی اسے مرکزِ نگاہ نہیں رہنے دیتی یا اسے لاکھ پردوں میں چھپا کر اس کے کئی اور رنگ روپ تخلیق کرتی رہتی ہے۔

ارتکاز کی اس منزل پر پہنچ کر حسین کے سامنے زبان و سماج کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے خیالات اب سماج کے اصول و ضوابط سے ہم آہنگ نہیں رہتے۔ وہ ایک ایسی معنوی دنیا کا باشندہ بن جاتا ہے جو کہیں وجود نہیں رکھتی۔ اس کی نفسیات سماجی نفسیات کے ساتھ ایک تناؤ میں نظر آتی ہے۔ وہ فنا یعنی Desire کا تکملہ چاہتا ہے جو ممکن نہیں لیکن وہ ہر اس تجربے سے گزرنا چاہتا ہے جو اسے ایسے ارتکاز سے باندھ دے جس سے اس کی خواہش پوری ہو سکے۔ قید میں جب ایک کردار عمار اس سے پوچھتا ہے کہ کیا آپ کو رہائی نہیں چاہیے؟ تو حسین اسے جواب دیتا ہے:

"میں جس قید میں ہوں وہ مجھے نہایت درجے عزیز ہے۔ اس کی ایک نگاہ کے لیے میں اس زندگی کو ہی نہیں ایسی سیکڑوں زندگیاں قربان کر سکتا ہوں۔ میری ہستی کیا شے ہے۔ اگر میرا اپنا آپ مجھے لوٹا دیا جائے تو میں اسے پھر زیادہ شدت اور محبت کے ساتھ اس در پر قربان کر دوں۔ بخدا مجھے رہائی نہیں چاہیے۔"(22)

Real کی تلاش میں سرگرداں حسین نے جب "انا الحق" کا نعرہ لگایا تو یہ اس کی نفسیات میں Symbolic Order کے انہدام کا اعلان تھا۔ اب وہ اس Real کو بتانے یا نام دینے کی کوشش کر رہا تھا جو ناقابلِ گرفت اور ناقابلِ اظہار ہے۔ لاکان کی ایک اصطلاح Castration Complex کی رو سے سماج میں کچھ سوالات کی ممانعت ہوتی ہے، ان سوالات کی جو علامتی درجے میں خلل ڈالتے ہیں اور اگر کوئی اظہار کرے گا تو اسے سزا کا سامنا کرنا ہو گا۔ اس لیے حسین کو اس کا ایک رفیق شبلی اس عمل سے منع کرتا ہے:

"حسین! جو کچھ تمھارے سپرد کیا گیا ہے، اسے پردہِ راز میں رکھو، تمھاری فہم و فراست سے یہ سب بالا ہیں۔ اس کو لفظ نہ دو، ہاں لفظ لا محدود کو محدود کر دیتے ہیں۔ لفظ۔۔۔ اور یہ افشائے راز ہے۔ اس کی سزا سخت ہے حسین۔۔ گمراہی سے بچو۔"(23)

حسین بن منصور حلاج سخت ترین سزا کے لیے خود کو تیار کر چکا تھا۔ سلطنت کے وزیر حامد بن عباس نے اسے قید کر رکھا تھا۔ وزیر کے ایک غلام عمار سے حسین نے کہا:

"خونِ ناحق میں موت کا زمزمہ ہوتا ہے۔ فنا کا نشہ ہوتا ہے۔ جاودانی زندگی کی طرف ایک ہی جست میں پہنچ جانے کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس لیے وہ خون عود کر آنے والی پیاس کو، تشنگی کو تسکین دے سکتا ہے۔"(24)

گویا منصور کا کردار اس امر سے واقف نظر آتا ہے کہ علامتی درجے پر سوال یا انکار کی صورت میں موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ لیکن اس میں فنا یعنی Desire کی تکمیل (لاکان کے مطابق جو ممکن نہیں ہے) جیسا سرور مل سکتا ہے اور جاودانی یعنی Real کی جانب ایک جست لگائی جاسکتی ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں عکسی اور علامتی درجے بے معنویت کا شکار ہو کر ناکارہ نظر آتے ہیں اور حقیقی درجہ جو ناقابلِ اظہار ہے، اپنے زیرِ اثر کردار کی نفسیات کو Trauma سے دوچار کر دیتا ہے۔ یہ صدمے کی انتہائی کیفیت ہے جس کا تعلق وجود کی بقا کے ساتھ ہے۔ اس مرحلے میں کردار کی نفسیات عمومی نفسیات سے بالکل متضاد صورت اختیار کر لیتی ہے اور اس کی ساری ترتیب و تنظیم منتشر ہو جاتی ہے۔ وہ کوڑے کھانے پر رونے یا چیخنے چلانے کی بجائے مسکراتا ہے اور "انا الحق" کا نعرہ لگاتا ہے۔ جب اس کے پاؤں کاٹے گئے تو اس نے کہا" میری ہمت کے پاؤں کاٹو تو جانوں اور یہ جان ہی تو ہے جو راہ میں حائل ہے اب میں آزاد ہوں۔"(25)

ژاک لاکان کے نظریے کی روشنی میں حسین بن منصور کے کردار کی تحلیلِ نفسی یوں سامنے آتی ہے کہ عکسی درجے میں مذاہب کی بنیاد پر عطا کردہ شناختیں اس کی نفسیات کا حصہ بنتی ہیں۔ علامتی درجے میں اسے مہا غیر (The Big Other) کا سامنا کرنا پڑا کیوں کہ اس نے زبان اور سماج کے دیے گئے تصورات پر سوالات قائم کیے۔ اس کی نفسیات میں ان سوالات کے جوابات ڈھونڈنے کی خواہش (Desire) پیدا ہوئی جس کی تکمیل ممکن نہیں تھی۔ اس مقصد کے لیے اس نے اپنے اساتذہ کے اسرار و رموز پر لکھے گئے رسائل بھی چرائے اور ان کا عمیق مطالعہ بھی کیا جو بے سود رہا۔ خواہش کا محرک چوں کہ Real ہوتا ہے جو قابلِ ادراک و اظہار ہی نہیں ہوتا، لہٰذا اس کی نفسیات نے فنتاسی کو جنم دیا اور مختلف عکس اور مناظر کو Real کا متبادل بنا کر پیش کیا۔ جب فنتاسی بھی حسین کی خواہش کو موڑ دینے میں ناکام رہتی ہے تو اس کا کردار اس منزل پر نظر آتا ہے جہاں عکسی اور علامتی درجے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ جہاں الفاظ یا سگنی فائرز سے بنائے گئے تجریدی نظام میں دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یوں علامتی درجہ منہدم ہو جاتا ہے جس میں سماج اور زبان کی وہ اہمیت قائم نہیں رہتی جو عام افراد کی نظر میں ہوتی ہے۔ اس مرحلے میں سماج حسین بن منصور سے "انا الحق" کے اس نعرے کا بدلہ لیتا ہے جس نے سماجی تشکیل کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہوتا ہے۔ یہاں اس کردار کی نفسیات کے درجے منتشر ہو جاتے ہیں اور اس کا نفسیاتی وجود فنا و بقا کی تفریق سے ماورا ہو چکا ہوتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 بھرت رادھا کشن (Bharat Radhakishan)، "Jacques Lacan: A Post Structural Psychoanalyst"، 1605
2 ڈیلن اے ونز (Dylan Evans)، *An Introductory Dictionary to Lacanian Psychoanalysis* (لندن: روتلیج، 1996ء)، 84۔
3 بھرت رادھا کشن (Bharat Radhakishan)، "Jacques Lacan: A Post Structural Psychoanalyst"، 1608۔
4 ایضاً، 1604۔
5 ڈیلن اے ونز (Dylan Evans)، *An Introductory Dictionary to Lacanian Psychoanalysis*، 36۔
6 بھرت رادھا کشن (Bharat Radhakishan)، "Jacques Lacan: A Post Structural Psychoanalyst"، 1599۔
7 جمیلہ ہاشمی، دشتِ سوس (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2010ء)، 23۔
8 جمیلہ ہاشمی، دشتِ سوس، 13۔
9 ایضاً، 105۔
10 ایضاً، 27۔
11 ایضاً، 25۔
12 ایضاً، 33۔
13 ایضاً، 34۔

14 ایضاً،46۔

15 اسلوب احمد انصاری،اردو کے پندرہ ناول(علی گڑھ:یونیورسل بک ہاؤس،2002ء)،353۔

16 جمیلہ ہاشمی،دشتِ سوس،48۔

17 اسلوب احمد انصاری،اردو کے پندرہ ناول،353۔

18 جمیلہ ہاشمی،دشتِ سوس،61۔

19 ایضاً،59۔

20 ایضاً،216-217۔

21 ایضاً،175۔

22 ایضاً،331۔

23 ایضاً،393۔

24 ایضاً،452۔

25 ایضاً،498۔

References in Transliteration

1 Bharat Rādhākishan, "Jacques Lacan: A Post Structural Psychoanalyst", The International Journal of Indian Psychology, ,10:02 (April-June 2022), 1605.
2 Dylan Evans, An Introductory Dictionary of Lacanian Psychoanalysis (London: Routledge), 84.
3 Bharat Rādhākishan, "Jacques Lacan: A Post Structural Psychoanalyst", 1608.
4 Ibid, 1604.
5 Dylan Evans, An Introductory Dictionary of Lacanian Psychoanalysis, 36.
6 Bharat Rādhākishan, "Jacques Lacan: A Post Structural Psychoanalyst", 1599.
7 Jamīlah Hāshmī, Dasht-i Sūs (Lahore: Saṇg-i Mīl Publications, 2010), 23.
8 Jamīlah Hāshmī, Dasht-i Sūs, 13.
9 Ibid 105.
10 Ibid, 27.
11 Ibid, 25.
12 Ibid, 33.
13 Ibid, 34.
14 Ibid, 106.
15 Aslūb Aḥmad Anṣārī, Urdū kē Pandrah Nāvil (Alī Gaṟh: Universal Book House, 2002), 353.
16 Jamīlah Hāshmī, Dasht-i Sūs, 48.
17 Aslūb Aḥmad Anṣārī, Urdū kē Pandrah Nāvil, 353.
18 Jamīlah Hāshmī, Dasht-i Sūs, 61.
19 Ibid, 59.
20 Ibid, 216,217.
21 Ibid, 175.
22 Ibid, 331.
23 Ibid,393
24 Ibid, 452.
25 Ibid, 498.